تعمیر شخصیت اور فلاح انسانیت سیرت طیبہ کی روشنی میں

تحریر: مولانا اکرام اللہ جان قاسمی

وفاقی وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد ہر سال قومی سیرت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے جس میں سیرت کی کتب، نعتوں اور منتخب مقالات پر انعامات دیئے جاتے ہیں۔ سال ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء کے مقالات میں مولانا اکرام اللہ جان قاسمی کے پیش نظر مقالہ کو اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

مولانا قاسمی نے موقوف علیہ تک علوم کی تکمیل دارالعلوم حقانیہ میں کی پھر دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند، انڈیا میں پڑھا۔ یوں ان کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ تقسیم ہند کے بعد وہ پہلے پاکستانی ہیں جنہوں نے باوجود رکاوٹوں اور مشکلات کے دنیا کی اس عظیم اسلامی یونیورسٹی سے سند فضیلت حاصل کی۔ مولانا قاسمی آج کل فقہ حنفی میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ ادارہ

مقام انسانیت:۔

یہ دنیائے رنگ و بو جمادات، نباتات اور حیوانات کی لاکھوں اقسام پر مشتمل ہے۔ خوبصورت پہاڑ، دریا، صحرائیں، چمن ہائے لالہ و گل، مختلف چرند، پرند اور دیگر حیوانات اس کی زینت ہیں۔ پھر ان کی بولیوں، نغموں، حرکات و سکنات اور چلت پھرت نے اس کارگہ حیات کو کس قدر خوبصورت بنایا ہے۔ مگر اس دنیا کو اپنی ہزارہا دلچسپیوں اور نیرنگیوں کے باوجود ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو اس کی سرداری و سرپرستی کرے، اس کی خوبیوں کی شیرازہ بندی کر کے اس کے حسن کو چار چاند لگائے اور اس کے ظاہری اور پوشیدہ خزانوں کو جان کر اس سے مستفید و متمتع ہونے کی استعداد رکھ سکے۔ اس جہان کی کل مخلوق پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ یہ اہلیت اور استعداد صرف اور صرف انسان کو ودیعت کی گئی ہے۔ انسان ہی دنیا کا وہ متاع گراں ہے جس کے ساتھ دنیا کی قسمت وابستہ ہے۔ اگر یہ مثبت انداز میں تعمیر و ترقی کی طرف گامزن ہوتا ہے تو دنیا کا سارا نظام صحیح چلتا ہے اور اگر

یہ پانچ فٹ کا حیوان ناطق بگڑ جائے تو دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور دلچسپیوں کے باوجود عبث و بے کار ہے۔ بلکہ بسا اوقات تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ گویا یہ حضرت انسان اس عالم رنگ و بو کے دل کی حیثیت رکھتا ہے، کہ اس کی حرکت یا سکون کے ساتھ دنیا کی ترقی و تنزل بلکہ حیات و ممات وابستہ ہے۔ اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ اللہ پاک نے روز ازل ہی سے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوا ہے اور اس کو عزت و شرافت بخش کر بحر و بر پر اس کی حکمرانی قائم کر دی ہے۔ اسی وجہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات نے اپنی محنت و کاوش کا میدان دنیا کی مادی اشیاء کے بجائے انسان کو بنایا ہے کہ جب انسان کا عمل و کردار درست ہو گا تو دنیا کے تمام احوال درست ہوں گے اور جس قدر انسان کا عمل و کردار پستی و تنزل کی طرف جائے گا اسی قدر دنیا کی حالت زبوں سے زبوں تر ہوتی چلی جائے گی۔ جو بالآخر اس کی تباہی و بربادی پر منتج ہو جائے گی۔ اور اسی کا نام قیامت ہے۔

یوں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان کی ہدایت و رہنمائی کی غرض سے مبعوث ہوئے ہیں مگر خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ نے مردم سازی و آدم گری کے جلیل القدر نصب العین میں جو بلند مقام پایا ہے وہ آج تک کسی دوسرے انسان کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو انسان عمل و کردار کے لحاظ سے انسانیت کی تاریخ میں سب سے زیادہ ذلت و پستی میں پڑا ہوا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اپنی شبانہ روز محنت کے ذریعے انسانوں کو تعمیر شخصیت کے ایسے بلند پایہ اوصاف کے ساتھ ذلت و پستی سے نکال کر اعمال و کردار کی معراج پر پہنچایا اور ایک ایسے معاشرے کو وجود بخشا جس کی نظیر چشم جہاں بیں نے نہ پہلے دیکھی تھی اور نہ قیامت تک دوبارہ دیکھنا نصیب ہو گا۔ آئیے دیکھتے ہیں تعمیر شخصیت کے وہ کونسے اجزاء ترکیبی تھے جن کی وجہ سے آپ ﷺ نے تاریخ عالم میں تعمیر انسانیت کا عظیم انقلاب برپا کیا۔

تعمیر شخصیت کے اجزاء ترکیبی :-

جب ہم ان عناصر و اجزاء پر غور کرتے ہیں جن کی ترکیب سے انسانی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے تو یہ بلند پایہ صفات اور اعلیٰ اقدار ہمیں نہ صرف حضور اقدس ﷺ کی احادیث مبارکہ میں وعظ و نصیحت کے انداز میں ملتی ہیں بلکہ یہ ساری چیزیں ہمیں حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں عملی طور پر نظر آتی ہیں۔ اگر حضور ﷺ کی زندگی کے طرز بود و باش اور اخلاق و کردار کے تناظر میں ان اوصاف و اقدار کو تلاش کر لیا جائے تو ایک لمبی فہرست سامنے آئے

گی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کی طویل فہرست میں سے آپ ﷺ کا حسن خلق، راست بازی و سچائی، ایثار و قربانی، سادگی و بے تکلفی، تواضع و انکساری، جود و سخا، مہمان نوازی، مساوات، ایفائے عہد، شجاعت و بہادری، زہد و قناعت، عفو و درگزر، مداومت عمل، عدل و انصاف، تقویٰ و پرہیزگاری، عفت و پاکبازی، شرم و حیا، پابندیٔ عہد، پاس حقوق، خوش گفتاری و لطف طبع، امانت داری، میانہ روی، بلند حوصلگی، استغناء، عزت نفس و خودداری، عزم و استقلال، اپنی مدد آپ، صبر و شکر، اخلاص، توکل، خیر خواہی، غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، بچوں، عورتوں، غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ محبت و شفقت، یہ وہ بلند و بالا مقاصد اور اعلیٰ اقدار ہیں جن پر انسانی تعمیر اور شخصیت سازی کی ساری عمارت استوار ہے۔ ان عناصر و اقدار کے بارے میں ہمیں حضور ﷺ کی زندگی سے عملی طور پر کس طرح رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخی حوالوں سے قدرے تفصیل دی جاتی ہے۔

سیرت طیبہ کے حوالہ سے تعمیر شخصیت کے خدوخال :-

درج بالا سطور میں تعمیر شخصیت کے اجزاء ترکیبی کی جو فہرست دی گئی ہے اگر حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے حوالہ سے ان تمام پر بحث کی جائے تو مضمون خاصا طویل ہو جائے گا۔ اس لئے ان میں سے چند ایک کا اجمالی بیان تاریخی حوالوں کے ساتھ دیا جاتا ہے۔

(الف) حسن خلق :-

انسان کی شخصیت سازی میں جو چیز سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے وہ ہے بہترین اخلاق، اس جوہر کے بغیر ایک انسان چاہے علم و فن اور جاہ و مال کی بلندیوں پر کیوں نہ پہنچ جائے پست و ذلیل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی زندگی میں یہ عنصر اتنا نمایاں تھا کہ آپ ﷺ کی بے شمار صفات کے ہوتے ہوئے اللہ پاک نے خصوصی طور پر آپ ﷺ کے حسن خلق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کا اعلان فرمایا۔ ارشاد ہے۔

وانک لعلی خلق عظیم (۱)

اور مسلمانوں کو آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۲)

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے فرمایا کہ قرآن ہی آپ ﷺ کے اخلاق تھے (۳) یعنی کہ آپ ﷺ چلتا پھرتا قرآن تھے ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا۔ نا سمجھی کی وجہ سے مسجد ہی میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا صحابہؓ اسے مارنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو کیونکہ تم آسانی کرنے کو بھیجے گئے ہو اور تنگی کرنے کو نہیں بھیجے گئے ہو" (۴) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کی۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام کر گذرتا اسکے بارے میں یہ نہ پوچھتے کہ کیوں کیا اور جو کام نہ کر لیتا اس کے بارے میں نہ پوچھتے کہ کیوں نہیں کیا؟ (۵)

(ب) عدل وانصاف :-

عرب کا ملک سینکڑوں قبائل پر مشتمل ہے ان قبیلوں کے آپس میں پرانی دشمنیاں چلی آتی تھیں اگر ایک قبیلے کے حق میں فیصلہ کیا جاتا تو دوسرا دشمن بن جاتا مگر حضور ﷺ نے کبھی عدل وانصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایک دفعہ ایک قریشی عورت نے چوری کی۔ خاندانی شرافت کی وجہ سے لوگوں نے معاملہ دبانا چاہا اور حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارش کے لئے بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے انتہائی غصہ میں آکر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے کہ جب ان کا غریب گناہ کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور جب ان کا مالدار گناہ کا ارتکاب کرتا تو اسے چھوڑ دیتے خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا (۶) ایک بار آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے لوگوں کا بہت ہجوم تھا ایک شخص آکر حضور ﷺ پر منہ کے بل گر گیا دست مبارک میں پتلی سی لکڑی تھی آپ ﷺ نے اس سے ٹھوکا دیا اتفاق سے لکڑی کا سرا اس کے منہ پر لگ گیا اور خراش آگئی۔ فرمایا مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے معاف کر دیا (۷)

(ج) عزم و استقلال :-

عرب کے جہالت چھائے ہوئے سنگدل معاشرے میں جب آپ ﷺ نے دین اسلام کی اشاعت کا کام شروع کیا تو ہر طرف سے اس مقدس دین کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا مگر یہ دین پھیلنے کے لئے آیا تھا اور برابر پھیلتا رہا۔ ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھنے اور عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب ہی آپ کے سہارا رہ گئے تھے۔ مکی دور کی ابتداء میں مشرکین مکہ کے سارے روساء جمع ہو کر ابو طالب کے پاس

آپ ﷺ کی شکایت لے کر گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دین حق کی اشاعت سے روکنا چاہا مگر آپ نے انتہائی استقلال اور پامردی کے ساتھ وہ جواب دیا۔ جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف سے مرقوم رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا۔

یا عم! لو وَضِعَتِ الشمسُ فی یمینی والقمرُ فی یَساری ما ترکتُ ھذا الامر حتی یُظْہِرَہ اللّٰہُ او اَھْلِکَ فی طَلَبِہٖ (۸)

(چچا جان! اگر سورج میرے داھنے ہاتھ اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ کر مجھے ان کا مالک بنا دیا جائے تب بھی حق کی اشاعت سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ تا آنکہ یا تو خدا کا دین غالب ہو جائے یا اس جدوجہد میں میری جان چلی جائے۔) پھر جب قریش نے دیکھا کہ ہر طرح کے ڈرانے دھمکانے اور ایذاء رسانی کے بعد بھی آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش تک نہیں آئی تو انہوں نے انسان کی روایتی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے ساتھ "سمجھوتہ" کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس نے آکر پیشکش کی کہ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو قریش کا امیر ترین آدمی بنا دیں گے اور اگر خوبصورت عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کی دس خوبصورت ترین عورتوں کو اپنے لئے منتخب کر لو اور اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم اپنے جھنڈے آپ کے جھنڈے تلے جمع کر لیتے ہیں مگر اپنے کام سے دستبردار ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے انتہائی حقارت کے ساتھ ان چیزوں کو ٹھکرا کر قرآن پاک کی وہ آیات تلاوت فرمائیں جن میں قوم عاد و ثمود کی سرکشی کی وجہ سے ان کی ہلاکت کا ذکر تھا عتبہ یہ سن کر گھبرا کر چلا گیا۔ (۹) غزوہ حنین میں جب کفار کے تابڑ توڑ حملوں سے صحابہؓ کے قدم اکھڑ گئے اور وہ افراتفری کے عالم میں منتشر ہو گئے تو آپ ﷺ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ چٹان کی طرح جمے رہے اس وقت بہادروں کی طرح یہ شعر ورد زبان تھا۔

انا النبی لا کذب - انا ابن عبد المطّلب (۱۰)

(د) جود و سخا:۔

پیغمبر رحمت مجسم سخاوت تھے آپ ﷺ کی سخاوت کافر مسلم اور قریب و بعید سب کے لئے یکساں تھی ایک دفعہ ایک شخص آیا اور آپ ﷺ کے سامنے دو پہاڑوں کے درمیاں پھیلے ہوئے بکریوں کے ریوڑ کو طلب کیا۔ آپ ﷺ نے تمام بکریاں اس کے حوالے کر دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا۔

" یا قومِ اَسلِمُوْا فاِنّ محمداً یُعطِیْ عطاءً لا یَخشی الفاقۃَ (۱۱)

(اے لوگو! اسلام قبول کر لو۔ محمد ﷺ ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے) ایک دفعہ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار تھے حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا خیر تو ہے؟ فرمایا کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے ہیں (۱۲) ایک دفعہ رئیس فدک کی طرف سے چار اونٹوں پر لدا ہوا غلہ آیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے تقسیم کے لئے فرمایا۔ شام کو پوچھا کہ تقسیم ہو گیا؟ عرض کیا کچھ بچ گیا ہے فرمایا جب تک غلہ باقی ہے گھر نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے رات مسجد میں بسر کر دی۔ اگلے دن جب سارا غلہ تقسیم ہوا تو آپ ﷺ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر تشریف لے گئے۔ (۱۳) مہمان نوازی کے وقت آپ ﷺ کی سخاوت مزید بڑھ جاتی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ان کی نذر کر دیتے اور تمام اہل و عیال فاقہ سے سو جاتے۔ (۱۴)

(ھ) شجاعت و بہادری :-

حضور ﷺ نے کفر و شرک کے کوہ گراں کا جس پامردی سے مقابلہ کیا وہ آپ ﷺ کی شجاعت کی زندہ مثال ہے۔ آپ ﷺ تمام لوگوں میں زیادہ شجاعت والے تھے۔ شدید ترین جنگوں میں آپ ﷺ ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے۔ (۱۵) حضرت براءؓ سے کسی نے پوچھا کہ جنگ حنین میں کیا تم سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں مگر حضور ﷺ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ جب لڑائی پورے زوروں پر تھی تو ہم آپ ﷺ کے پہلو میں پناہ لیتے ہم میں سب سے بڑا بہادر وہ شمار ہوتا تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔ (۱۶) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ میں رات کے وقت دشمن کے حملے کی افواہ پھیل گئی۔ آپ ﷺ اکیلے ہی برہنہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر مدینہ کے ارد گرد چکر لگا کر واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ ڈرو نہیں۔ خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ (۱۷)

(و) سادگی و بے تکلفی :-

سردار دوجہاں ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کی زندگی انتہائی سادی اور تکلف سے کوسوں دور تھی۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے غرض کسی چیز میں تکلف کو دخل نہ تھا۔ کھانے میں جو غذا بھی میسر ہوتی کھا لیتے۔ موٹا جھوٹا پہن لیتے۔ زمین، فرش یا چٹائی پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ کے لئے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہیں کی جاتی تھی۔ نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہر چیز میں سادگی و بے تکلفی تھی۔ (۱۸) اپنا جوتا خود ہی سیتے؛ کپڑوں کو پیوند لگاتے۔ اہل خانہ کے ساتھ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اور ان کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ (۱۹)

دولت خانہ اس قدر مختصر اور سادہ ہوا کرتا تھا کہ مراہق لڑکا اس کی چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ ازواج مطہرات کے گھروں میں ایک ایک چھوٹا سا کمرہ ہوتا تھا جو کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا ہوتا تھا۔ (۲۰) ایلاء کے زمانہ میں جبکہ آپ ﷺ نے ایک بالاخانہ میں گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ جسم اطہر پر صرف ایک تہبند ہے۔ سخت بان کی ایک چارپائی بچھی ہے۔ سرہانے کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ ہے۔ ایک مٹھی بھر جو رکھے ہوئے ہیں۔ پائے مبارک کی طرف کسی جانور کی کھال ہے۔ حضرت عمرؓ یہ بے سروسامانی دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ قیصر و کسریٰ تو زندگی کے مزے لوٹیں اور آپ کی یہ حالت ہو۔ فرمایا۔ اے ابن الخطاب! کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ وہ دنیا لیں اور ہم آخرت۔ (۲۱)

(ز) تواضع و انکساری :-

حضور ﷺ کی ذات منبع البرکات باجود تمام تر عظمتوں کے امین ہونے کے نہایت عاجز اور متواضع تھی۔ اس وجہ سے آپ ﷺ اکثر سلام میں پہل کرتے۔ یہاں تک کہ جب بچوں پہ گزر ہوتی تو بچوں کو سلام کہتے۔ (۲۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کی لونڈیاں آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتیں اور اپنی حاجت کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔ (۲۳) فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کچھ عار محسوس نہ کرتے۔ (۲۴) کوئی غریب و مفلس بیمار پڑتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ کوئی امتیازی حیثیت نہ ہونے کی بناء پر کوئی نووارد آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ (۲۵) کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد بادشاہ کس اندازِ فخر و غرور کے ساتھ مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے ہیں، مگر حضور ﷺ کا سر مبارک مکہ کی عظیم الشان فتح کے دن تواضع اور تشکر کے جذبات سے اس قدر جھکا ہوا تھا کہ سواری کے کجاوہ سے لگ رہا تھا۔ (۲۶)

(ح) شرم و حیا :-

اسلام سے قبل عرب اقوام میں حیا نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ وہ ننگے طواف کرتے، حماموں میں اجتماعی طور پر بلا پردہ نہاتے، سرعام عورتوں کی تعریف میں رکیک جملے استعمال کرتے۔ حضور ﷺ کو ان باتوں سے طبعاً نفرت تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔ (۲۷) بھری مجلس میں کوئی بات ناگوار گزرتی تو مارے حیاء کے منہ سے کچھ نہ فرماتے البتہ چہرے کا رنگ

متغیر ہو جاتا تو صحابہؓ متنبہ ہو جاتے۔ عرب میں گھروں کے اندر جائے ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ لوگ میدانوں میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ لیکن ایک دوسرے سے پردہ نہیں کرتے تھے بلکہ آمنے سامنے بیٹھ جاتے تھے اور ہر قسم کی بات چیت کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے سخت ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ (۲۸)

(ط) عفو و حلم :-

عفوودرگذر اور حلم و برداشت آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی نمایاں صفات تھیں۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ کو ستایا، گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں گرائیں، جادوگر، مجنون اور نہ جانے کیا کیا نام دیئے مگر آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ (۲۹) دعوت اسلام کی غرض سے جب آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے انتہائی بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ سخت جوابات دیئے اور لڑکوں کو پیچھے لگوا کر شہر سے باہر نکالا۔ شریر لڑکوں کے پتھر مارنے سے جسم اطہر لہولہان ہو گیا۔ مگر آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعا نہیں دی۔ بلکہ فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک خدا کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔ (۳۰) غزوہ حنین کے بعد آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا یہ تقسیم خدا کی رضامندی کے لئے نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا۔ خدا موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ان کو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (۳۱) آپ ﷺ کے چہیتے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب فتح مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا۔ مگر جب اہل طائف نے بھی اسلام قبول کیا تو وحشی کے لئے جائے پناہ نہیں رہی اور جب مجبوراً دربار نبوت میں اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس کا اسلام لانا قبول فرما کر سب کچھ معاف فرما دیا۔ (۳۲) ابوسفیان کی بیوی ہند اسلام لانے سے قبل سخت ترین دشمن اسلام تھی۔ اسی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کروا کر ناک کان کٹوائے۔ سینہ چاک کرایا اور دل و جگر نکلوا کر چبایا۔ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرتے وقت بھی آداب مجلس کے خلاف بعض باتوں میں بے باکی کا اظہار کیا مگر حضور ﷺ مسکرا دیئے اور اس کے اسلام لانے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ (۳۳) اس طرح عکرمہ بن ابی جہل اسلام لانے سے قبل باپ کی طرح سخت ترین دشمن اسلام تھے۔ فتح مکہ کے دن خوف کے مارے بھاگ کر یمن چلے گئے۔ مگر

اس کی بیوی نے جو مسلمان ہو چکی تھی حضور ﷺ سے عکرمہ کے لئے امان طلب کیا اور عکرمہ جب دربار نبوت میں پہنچے تو حضور ﷺ فرط خوشی سے اس کی طرف ایسے دوڑے کہ چادر مبارک جسم اطہر سے کھسک کر گر پڑی۔ (۳۴) فتح مکہ کے بعد کفار و مشرکین کا خیال تھا کہ اب ہم میں سے کسی کی خیر نہیں۔ اس لئے کہ وہ کونسی کسر تھی جو انہوں نے حضور ﷺ کو تکلیفیں دینے میں روا نہیں رکھی تھی۔ مگر حضور ﷺ نے اعلان فرمایا۔

لا تثریبَ علیکم الیومَ . اِذہَبُوا فانتم الطُّلَقَاءُ (۳۵)

آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(ی) ایفائے عہد :۔

آپ ﷺ کے وعدے کا پاس اس قدر مشہور تھا کہ دشمنان اسلام بھی اس کے معترف تھے۔ قیصر روم نے جب اسلام اور محمد ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ابوسفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور مختلف سوالات کے دوران یہ سوال کیا کہ کیا محمد ﷺ نے کبھی بدعہدی کی ہے؟ تو ابوسفیان نے باوجودیکہ اس وقت سخت دشمن اسلام تھا جواب دیا کہ اس نے کبھی بدعہدی نہیں کی۔ (۳۶) صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ کوچ کرے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ عین اس وقت جبکہ معاہدہ کی شرطیں زیر تحریر تھیں اور ابھی دو طرفہ دستخط نہیں ہوئے تھے، کہ عمر ابوجندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں میں آملے۔ حضور ﷺ وعدہ کے مطابق اسے واپس کرنے لگے تو ابوجندلؓ نے دل ہلا دینے والے الفاظ میں فریاد کی جس سے مسلمانوں کے دل تڑپ اٹھے۔ مگر حضور ﷺ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ابوجندل! صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ صلح اور عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ ہم عہد نہیں توڑ سکتے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے کوئی سبیل نکالے گا۔ (۳۷) نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے آپ ﷺ سے کچھ معاملہ طلب کیا اور آپ ﷺ کو بٹھا کر چلے گئے۔ کہ حساب بے باق کر دیتے ہیں۔ اتفاق سے وہ واپس آنا بھول گئے۔ تین دن کے بعد آئے تو آپ ﷺ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تین دن سے تمہاری انتظار میں یہاں بیٹھا ہوں۔ (۳۸)

(ک) سوال اور گداگری سے نفرت :۔

آنحضرت ﷺ پر سخت مالی پریشانیاں آئیں۔ امہات المومنینؓ کے گھروں میں مسلسل تین تین ماہ تک

چولہوں میں آگ نہ جلتی تھی۔ خود آپ ﷺ اکثر اوقات فاقہ سے رہتے مگر آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے سامنے دامن سوال نہیں پھیلایا۔ (۳۹) البتہ سخت ضرورت پڑتی یا کسی محتاج کو دینے کے لئے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر کام چلالیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بہترین کھانا جو انسان کھاتا ہے وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے۔ اور داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ (۴۰) ایک دفعہ ایک انصاری آئے اور سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ نہیں؟ کہا کہ ایک بچھونا ہے اور ایک پانی کا پیالہ۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں دو درہم میں فروخت کر کے انصاری سے کہا کہ ایک درہم کے گھر میں کھانا دے آؤ دوسرے درہم سے رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچو۔ کچھ دنوں کے بعد وہ خدمت اقدس میں آئے تو دس درہم پاس تھے۔ ان میں سے کچھ کا کپڑا اور کچھ کا غلہ خریدا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں گدائی کا داغ چہرے پر لے کر جاتے۔ (۴۱)

(ل) رحمت عالم :-

خدائے پاک نے آپ ﷺ کو قرآن کریم میں رحمت للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ رحم تمام بلند اوصاف حمیدہ میں سے وہ بہترین وصف ہے جو انسانیت کی تعمیر اور شخصیت سازی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ مادہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، مسلمانوں، غیر مسلموں اور تمام انسانوں بلکہ تمام جانداروں کے لئے آپ ﷺ مجسم رحمت اور سراپا محبت تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے ہزارہا واقعات اس پر شاہد ہیں۔ غریبوں مسکینوں کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے اے خدا! مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینوں کے ساتھ ہی حشر فرما۔ ان کے ساتھ محبت کی وجہ بیان فرماتے تھے کہ فقراء و مساکین مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (۴۲) بچوں پر شفقت کا یہ عالم تھا فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں۔ اور ارادہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں کہ اچانک مجھے بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ (۴۳) ایک دفعہ آپ ﷺ بچوں کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدوی آیا اس نے کہا تم بچوں کو چومتے ہو ہم تو نہیں چومتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تمہارے دل سے محبت چھین لی ہے تو میں کیا کروں۔ (۴۴) عورتوں کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کی بنیاد ہادیٔ اسلام نے رکھی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی حق رسی

کی۔ اور عزت و منزلت کے دربار میں ان کو مردوں کے برابر جگہ دی۔ (۴۵) آپ ﷺ اکثر حضرت انسؓ کی خالہ ام حرامؓ کے گھر تشریف لے جاتے وہ کھانا پیش کرتی تو تناول فرماتے۔ آپ آرام فرماتے تو وہ آپ ﷺ کے سر مبارک میں جوئیں تلاش کرتی۔ (۴۶) حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کا نکاح حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ گھریلو کام بہت زیادہ تھا۔ ایک دفعہ بوجھ اٹھا کر لارہی تھی آپ ﷺ نے دیکھا تو اپنا اونٹ روک کر بٹھا دیا۔ تاکہ اسماءؓ اس پر سوار ہوں۔ مگر مارے شرم کے سواری پر نہ بیٹھ سکیں۔ آپ ﷺ ان کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ (۴۷) ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت و حسن سلوک کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کے لئے الگ دفتر درکار ہے۔ اس کے علاوہ کفار و مشرکین کے ساتھ حسن سلوک کے واقعات بھی انتہائی زیادہ ہیں۔ ابو بصرہ غفاری کا بیان ہے کہ حالت کفر میں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر مہمان ٹھہرے۔ رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے اور اہل بیت تمام کے تمام بھوکے سو رہے۔ (۴۸) حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھیں جہالت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی۔ ابوہریرہؓ نے خدمت اقدس میں عرض کی تو بجائے بددعا دینے کے آپ ﷺ کے دست مبارک ہدایت کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔ (۴۹) ایک دفعہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس نے مرضی معلوم کرنے کے لئے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا جو آپ ﷺ فرمارہے ہیں بجالاؤ۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ (۵۰) ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا تو آپ ﷺ احترام آدمیت کی خاطر کھڑے ہوگئے۔ (۵۱) انسانوں کے علاوہ آپ ﷺ کا رحم حیوانات پر بھی مشہور ہے۔ اسلام سے قبل زندہ جانوروں کے بدن سے کچھ گوشت کاٹ کر استعمال کیا جاتا تھا۔ باقی جانور کو اذیت کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس ظالمانہ رسم سے منع فرمایا۔ جانوروں سے استطاعت سے زیادہ کام لینا اور ان پر ظلم وستم کرنا بھی آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا۔ ایک بار راستہ میں ایک اونٹ پر نظر پڑی جس کی کمر اور پیٹ شدت بھوک کی وجہ سے آپس میں لگ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان بے زبانوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ (۵۲) ایک صحابی نے ایک پرندے کے بچے اس کے گھونسلے سے اٹھالئے تھے جس کی وجہ سے ان بچوں کی ماں بے قرار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان بچوں کو اپنے گھونسلے میں چھوڑ آؤ۔ (۵۳) غرض آپ ﷺ کی ذات بابرکات تمام انسانوں اور جانداروں کے لئے باعث رحمت و شفقت تھی۔ آپ ﷺ کا رحم و شفقت اور حسن سلوک رہتی دنیا کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

نبوی تعمیرِ شخصیت فلاح انسانیت کی ضامن ہے:-

بعثت نبوی سے قبل تمام عالم خصوصاً عرب اقوام جہالت، ضلالت، غربت اور ہر قسم کی معاشی، معاشرتی اور مذہبی بےراہ روی اور زبوں حالی کی انتہاء گہرائیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ انسان نے حیوانیت کی تمام حدود کو پار کر دیا تھا۔ یہ منتشر قبائل جن کی شیرازہ بندی کی تسبیح ٹوٹ کر بکھر چکی تھی اور صدیوں سے معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے آپس میں برسرپیکار رہتے تھے، اولاد کو زندہ درگور کرتے، بیٹیوں کی پیدائش کو موجب عار سمجھتے، شراب وعیش کے دلدادہ اور فحاشی و بےحیائی کے پیکر بن چکے تھے۔ فاقہ مستی، ذرائع معاش کے فقدان اور چوری و ڈاکہ زنی کی روایت نے ان کو خانہ بدوشی کی زندگی پر مجبور کر دیا تھا۔ خود ساختہ رسوم و عادات اور بدعات و اوہام کے شکنجے میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ ظلم، جھوٹ، فریب، خیانت، حرص، چوری، عیب جوئی، غداری، بےجا فخر، غرور و تکبر، فحش گوئی اور خود بینی و خود نمائی نے معاشرے کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس معاشرہ میں کسی شریف کا رہنا محال ہو گیا تھا۔ کہ ان حالات میں پیغمبر رحمت، بانیٔ تعمیر شخصیت اور ہادیٔ فلاح انسانیت حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا سورج فاران کی چوٹیوں سے اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ضوء فشاں ہوا۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو فلاح دارین اور تعمیر اخلاق و کردار کے وہ بنیادی اصول اور عملی احکام و فرامین دیئے جس نے مختصر عرصہ میں معاشرے کی کایا پلٹ دی۔ عرب اقوام کو انتہائی پستی سے نکال کر سیرت و کردار کی انتہائی بلندیوں پر پہنچایا اور ایک ایسا بے مثل معاشرہ پیش کیا جس کے واقعات پڑھ کر آج بھی نفسیات دان انگشت بدنداں ہیں۔ آپ ﷺ نے معاشرہ سے تمام برائیاں ختم کر کے اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل انسان بنائے۔ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھئے زمانۂ جاہلیت کے ایک تاجر اور محض ایک مقامی سفید پوش تھے۔ مگر جب نبوت کی ضوء فشانی ان کی سیرت و کردار پر پڑی تو ان کے جوہر ایسے کھلے کہ اسلام نے اسے اپنا خلیفہ اول بنایا اور پیغمبر انسانیت ﷺ نے سچائیوں کا لبادہ پہنا کر صدیق اکبر کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت عمرؓ جو ان کے بقول اسلام سے قبل بکریاں چرانا بھی نہیں جانتے تھے، ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کے ایسے خلیفۂ راشد بنے کہ دنیا اس خلافت کی نظیر پیش کرنے سے آج تک قاصر ہے۔ سیرت و کردار کے ان اعلیٰ صفات نے ہی حضرت عثمانؓ کو حیاء کا امام اور حضرت علیؓ کو شجاعت کا مرد میدان بنایا۔ بلالؓ جو ایک حبشی غلام تھے دربار نبوت کے مؤذن اور مقرب خاص بنے۔ قبیلۂ دوس کے ایک عام آدمی ابوہریرہؓ اسلام کے سب سے پہلے مدرسہ "صفہ" کے نگران اور احادیث نبوی کے سب سے بڑے

راوی ٹھہرے۔ نبوی تربیت نے ان کو دین پر مرمٹنے کا وہ جذبہ عطا کیا کہ جب یہ عمرو بن جموحؓ کی صورت میں لنگڑے پاؤں کے ساتھ جہاد کے میدان کی طرف گھر سے نکل رہے ہیں تو اَللّٰھُمَّ لاَ تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو) کے الفاظ زبان پر ہیں۔ اور ان جانثاروں میں جب کسی کو شہادت نصیب ہوتی ہے تو "فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبہ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) کہہ کر زمین پر گرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی کردار سازی نے اس وقت کے معاشرہ کی صنف نازک کو وہ بلند حوصلہ دیا تھا کہ خنساء نامی شاعرہ کا قبول اسلام سے قبل صخر نامی بھائی فوت ہوا تو کئی سالوں تک اس کے مرثیے پڑھے اور اس غم نے اسے ارثی العرب (عرب کی سب سے بڑی مرثیہ نگار) بنایا مگر جب اسلام قبول کیا تو جنگ قادسیہ میں اپنے چاروں بیٹوں کو شہادت کی ترغیب کے ساتھ بھیجا۔ اور جب ان چاروں کی شہادت کی خبر بیک وقت آئی تو خدا کا شکر ادا کیا۔

ذرا بنو دینار کی اس خاتون کا واقعہ بھی چشم تصور میں لائیے جو جنگ احد کے بعد حضور ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر سن کر بے قرار ہوگئی۔ اور خبر کی تصدیق کی خاطر گھر سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں کسی نے شوہر کی شہادت کی خبر سنائی۔ اناللہ پڑھی اور پوچھا "مگر رسول اللہ کا کیا حال ہے؟" پھر کسی نے خبر دی کہ آپ کے والد بھی شہید ہو گئے ہیں۔ ذرا آگے بڑھی تو بڑے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ یوں ان تینوں کی شہادت سے بظاہر اس کی دنیا تباہ ہوگئی تھی مگر پھر بھی بے قراری حضور ﷺ کے بارے میں تھی۔ جب کسی نے آپ ﷺ کے صحیح وسلامت ہونے کی خبر دی اور دور سے زیارت کر کے تسلی حاصل کر لی تو بے ساختہ منہ سے نکلا۔ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ۔ (۵۴) (آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں ہلکی ہیں) اس طرح چھوٹے بچوں کی محبت، جذبہ اطاعت و جہاد کو لیجئے کہ جہاد کا حکم ملا تو ایڑیوں پر اونچے ہو ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی۔ وہ دونوں بچے ہی تھے جنہوں نے فرعون اسلام ابوجہل کے غرور کو خاک میں ملا کر اسے جہنم واصل کر دیا۔ حضور ﷺ کے لائے ہوئے شخصیت سازی کے اجزاء سے تیار شدہ شربت جو حضرات نوش کر گئے تھے اس کی لذت نے ان کو دنیا جہاں کی وقتی لذتوں سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ وہ صرف خدا اور رسول کی محبت سے سرشار تھے۔ دنیاوی جاہ و جلال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق کے اظہار و تبلیغ کے لئے جان کی بازی لگانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی دلیرانہ تقریر ملاحظہ کیجئے۔ صرف خدا سے ڈرنے اور دیگر مخلوق کو خاطر میں نہ لانے کی کیا زندہ مثال ہے، اسی طرح حضرت ربعی بن عامرؓ ایرانی افواج کے سپہ سالار رستم کے سج دھج والے دربار میں کس شان بے نیازی سے داخل ہوئے کہ اپنا نیزہ شاہی قالین میں چبھوتے ہوئے جب تخت تک پہنچتے ہیں تو اپنا گدھا ایک گاؤ تکیہ سے باندھ کر

اس شان بے نیازی سے دلیرانہ گفتگو کرتے ہیں کہ سپہ سالار کا دل ہل جاتا ہے۔ (۵۵) مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی یہ اعلیٰ شان صرف عہد نبوی و خلفائے راشدین کے ساتھ مختص نہیں بلکہ بعد کے ادوار میں دیکھیں، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی نے اعلیٰ کردار کی جو مثالیں قائم کی ہیں وہ چشم جہاں بیں سے مخفی نہیں ہیں۔ غرض پیغمبر انسانیت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے انسان بنائے تھے۔ ایسے انسان جو ظاہری مال و متاع کے لحاظ سے کم مایہ تھے مگر ان کے دلوں کی دنیا آباد و معمور تھی۔ آج انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کدو کاوش کا مرکز مادہ بنا لیا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو فراموش کر لیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کی چیزیں تو بہت وجود میں آگئی ہیں مگر خود انسان بگڑتا چلا گیا ہے۔ نتیجتاً آج تمام تر سہولتوں کے باوجود روز افزوں پریشانی، ذلت و رسوائی اور خون انسانی کی ارزانی عام ہے۔ ان حالات میں انسان کے فلاح و بہبود، امن و سکون اور تعمیر و ترقی کا واحد راستہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی پیروی ہے۔ کیا بعید ہے کہ امت مسلمہ کو سیرت طیبہ کی پیروی کی وجہ سے اس کی عظمت رفتہ دوبارہ مل جائے۔

کیا عجب یہ بیڑہ غرق ہو کر پھر ابھر آئے
کہ ہم نے انقلاب چرخ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

حوالہ جات

(۱) سورۃ القلم - آیت ۴
(۲) سورۃ الاحزاب - آیت ۲۱
(۳) الامام مسلم: صحیح مسلم، طبع کراچی، ج ۱ ص ۲۵۶
(۴) الامام البخاری: صحیح البخاری، طبع کراچی ج ۱ ص ۳۵
(۵) صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۵۳/ الامام الترمذی: شمائل الترمذی، مع شرح مولانا محمد زکریا- ص ۳۵۹
(۶) صحیح البخاری، ج ۲ ص ۶۱۶
(۷) الامام ابوداؤد: سنن ابی داؤد، طبع ملتان ج ۲ ص ۲۷۶
(۸) ابن ھشام: السیرۃ النبویہ، طبع لاہور، ج ۱ ص ۱۷۰/ صفی الرحمن مبارکپوری: الرحیق المختوم، طبع لاہور، ص ۱۳۹
(۹) الرحیق المختوم، ص ۱۵۳
(۱۰) صحیح البخاری، کتاب المغازی، ج ۲ ص ۶۱۷
(۱۱) صحیح مسلم، باب ستائہ، ج ۲ ص ۲۵۳
(۱۲) الامام احمد بن حنبل: مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ص ۲۹۳
(۱۳) شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، طبع لاہور، ج ۲ ص ۱۸۵
(۱۴) مسند احمد بن حنبل، ج ۶ ص ۳۹۷
(۱۵) ابن کثیر: الفصول فی سیرۃ الرسول، طبع المدینہ، ص ۲۶۵
(۱۶) صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۰۰
(۱۷) صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۹۵/ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۲/ ابن اثیر: الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۳۰۶
(۱۸) محمد یوسف الکاندھلوی: حیاۃ الصحابہؓ، طبع دہلی ج ۲ ص ۵۳۵
(۱۹) ابن حزم، علی بن محمد: جوامع السیرۃ، طبع ریاض، ص ۴۱
(۲۰) السمہودی، علی بن احمد: وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی، طبع بیروت، ج ۱ ص ۳۶۳

(۲۱) صحیح البخاری، ج ۲ ص ۸۶۹/ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۰

(۲۲) صحیح البخاری، ج ۲ ص ۹۲۳

(۲۳) امام نووی، یحیٰ بن شرف: ریاض الصالحین، طبع لاہور، ج ۱ ص ۳۳۳/ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل: البدایہ والنھایہ، طبع بیروت، ج ٦ ص ۳۹

(۲۴) جوامع السیرۃ ص ۳۳

(۲۵) شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، ج ۲ ص ۱۹۹

(۲٦) محمد ابوزھرۃ: خاتم النبیین، طبع بیروت، ج ۳ ص ۱٦۹

(۲۷) صحیح البخاری، ج ۱ ص ۵۰۴

(۲۸) شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، ج ۲ ص ۲۰۲

(۲۹) الذھبی، محمد بن احمد: السیرۃ النبویہ، طبع ریاض، ص ۳۲۰

(۳۰) صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۵۸/ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹

(۳۱) صحیح البخاری ج ۲ ص ٦۲۱

(۳۲) ایضاً ج ۲ ص ۵۸۳/البدایۃ والنھایہ ج ۴ ص ۱۸

(۳۳) ابن کثیر: السیرۃ النبویۃ طبع القاھرہ ج ۳ ص ٦۰۳/الرحیق المختوم ص ۵۵٦

(۳۴) الکاندھلوی: حیاۃ الصحابہؓ ج ۱ ص ۱۵٦

(۳۵) الرحیق المختوم ص ۵۵۱

(۳٦) صحیح البخاری ج ۱ ص ۴/علی بن حسین الاحمدی: مکاتیب الرسول ﷺ طبع ایران ج ۱ ص ۱۱۰

(۳۷) الواقدی محمد بن عمر: المغازی ج ۱ ص ٦۰۸/الرحیق المختوم ص ۴٦۷

(۳۸) شبلی نعمانی سیرۃ النبی ج ۲ ص ۲۰۸

(۳۹) البدایۃ والنھایہ ج ٦ ص ۴۲/الذھبی السیرۃ النبویۃ ص ۳۲۳

(۴۰) ریاض الصالحین ج ۱ ص ۳۰۴

(۴۱) شبلی نعمانی سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۸۹

(۴۲) ریاض الصالحین ج ۱ ص ۲۷۳

(۴۳) الکاندھلوی حیاۃ الصحابہؓ ج ۲ ص ۵۳۸

(۴۴) صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۷

(۴۵) شبلی نعمانی سیرت النبی ج ۲ ص ۲۲۸

(۴٦) صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۹۱

(۴۷) ایضاً ج ۲ ص ۷۸٦

(۴۸) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۹۰

(۴۹) السیوطی الخصائص الکبریٰ طبع بیروت ج ۲ ص ۱٦۹

(۵۰) صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱

(۵۱) ایضاً ج ۱ ص ۱۷۵

(۵۲) ابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۲

(۵۳) ایضاً بحوالہ سیرت النبی ج ۲ ص ۲۳۱

(۵۴) ابن ہشام: سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۹/الرحیق المختوم ص ۳۸۴

(۵۵) ابن کثیر: البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۳۸